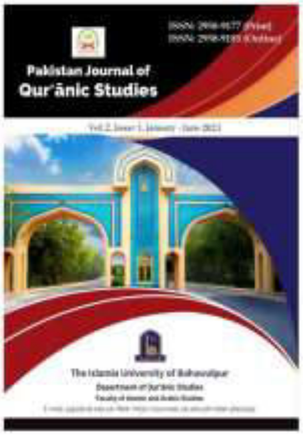

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185

Vol: 2, Issue: 1, January – June 2023, Page No. 01-22

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/141

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/1907

DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v2i1.1907

Publisher: Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title Influance on other Translations in Subcontinent of the Quranic Translation "Mouzehul Furqaan" by Sheikh Mehmood Al Hassan

Author (s): **Hafiza Tooba Sani**
Research Scholar, Department of Usool al deen, Faculty of Islamic Studies, University of Karachi
Email: **hafizatoobasani@gmail.com**
Prof. Dr. Slahuddin Sani Al azhari
Principal, Government Delhi Science College, Karachi
Email: **drsalahuddinsani@yahoo.com**

Received on: 25 January, 2023
Accepted on: 20 June, 2023
Published on: 30 June, 2023

Citation: SANI, HAFIZA TOOBA, and PROF DR SALAHUDDIN SANI AL AZHARI. 2023. "THE QURANIC TRANSLATION THE QURANIC TRANSLATION OF SHEIKH MEHMOOD AL HASSAN " MOUZEHUL FURQAAN " , IT'S INFLUANCE ON OTHER TRANSLATIONS IN SUBCONTINENT". *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 2 (1):1-22. https://doi.org/10.52461/pjqs.v2i1.1907.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

شیخ الہند محمود الحسنؒ کے ترجمہ قرآن "موضح الفرقان" کا برصغیر کے تراجم پر اثر

Influance on other Translations in Subcontinent of the Quranic Translation "Mouzehul Furqaan" by Sheikh Mehmood Al Hassan

Hafiza Tooba Sani
Research Scholar, Department of Usool al deen, Faculty of Islamic Studies, University of Karachi
Email: hafizatoobasani@gmail.com

Prof. Dr. Slahuddin Sani Al azhari
Principal, Government Delhi Science College, Karachi
Email: drsalahuddinsani@yahoo.com

Abstract
The translation of Maulana Mahmood-ul-Hasan Sheikh-ul-Hind is the most authentic and popular translation of the Qur'an named mouzehul furqaan in the sub-continent. Translations of Quran have been done in many languages of the world, but the most translations have been done in Urdu language. And the translations and interpretations of the Deoband school of thought in the Urdu language are more than all the schools of thoughts and there is no such translation without the help of the mouzehul furqaan. It has also been discussed in the article whether: It is possible to translate the Quran? When did the translation start? What are the opinions of scholars on translation of Quran? Translation features and popularity and translations into other languages are also marked in this article.

Key Words: Quran, translation, Maulana Mahmood-ul-Hasan, Mouzehul Furqaan, Sub-continent.

دین و دنیا کے بہترین ساتھیوں میں اچھی کتاب کی حیثیت مسلم ہے تمام ادیان و مذاہب کے ماننے والوں نے کتاب کے ذریعہ اپنے عقائد و افکار کی اشاعت و حفاظت کی ہے اصحاب فنون نے اپنی موشگافیوں کے اظہار و تحفظ کے لیے کتاب کا سہارا لیا ہے۔

قرآن کریم دنیا کی واحد کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اور سب سے زیادہ اس کے تراجم و تفاسیر لکھے گئے ہیں، قرآن کریم نے ہمارے پیغمبر کے مقاصد بعثت میں سے دو اہم مقاصد قرآنی تعلیم و تفسیر کو قرار دیا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ[1]

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں پاک صاف بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ کی نبوت قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا اعلان خود آپ سے کروایا۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَان[2]

(اے رسول ان سے) کہو کہ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

البتہ یہ اصول رہا کہ ہر قوم کے لیے انہی کی زبان بولنے والا نبی بھیجا گیا۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ[3]

اور ہم نے جب بھی کوئی رسول بھیجا، خود اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تاکہ وہ ان کے سامنے حق کو اچھی طرح واضح کر سکے۔

قرآن کریم آخری کتاب ہے اور قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کے لیے ہے۔ اس کا آفاقی پیغام اسی وقت عام لوگوں کی سمجھ میں آئے گا جب مقامی وعلاقائی زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا جائے گا، اس کی تفسیر بیان کی جائے گی۔ خود قرآن کریم بھی تدبر تفکر تذکر کا حکم دیتا ہے۔[4] لہٰذا عجمی علماء جو عربی سے واقفیت رکھتے تھے ترجمہ و تفسیر قرآن کریم کی جانب متوجہ ہوئے، لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا قرآن کریم کا ترجمہ ممکن ہے؟

---

[1] ۔ آل عمران ۳:۱۶۴۔

[2] ۔ الاعراف ۷:۱۵۸۔

[3] ۔ ابراہیم ۱۴:۴۔

[4] ۔ افلاتذکرون، افلاتدبرون۔

کیا قرآن کریم کا ترجمہ ممکن ہے؟[5]

ہر زبان کا مخصوص مزاج و رنگ ہوتا ہے، مخصوص محاورے و کہاوتیں اور اسلوب ہوتے ہیں، اصطلاحات کا اپنا پس منظر ہوتا ہے، ادائیگی کا خصوصی منہج ہوتا ہے، جو لفظ ایک زبان میں استعمال ہوتا ہے بعینہ اس کا ٹھیٹ ترجمہ و مترادف دوسری زبان میں ملنا مشکل ہوتا ہے۔ ہر لفظ اپنے اندر خاص جذبات و خیالات کا حامل ہوتا ہے۔ جیسے نیلا کلر مختلف درجوں میں بھی نیلا ہی کہلاتا ہے۔ مگر ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک زبان کی دوسری زبان میں من و عن عکاسی ناممکن ہے۔ بھلا پھر قرآن کریم کا ترجمہ کیسے ممکن ہے؟ لہٰذا یہ کہنا مناسب ہوگا کہ یہ ترجمہ نہیں ترجمانی ہے، جہاں مترجم قریب المعنی الفاظ کا استعمال کر کے ترجمہ کا حق ادا کرنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء کی رائے ہے کہ ترجمہ قرآن کے بجائے تفسیر قرآن کا لفظ استعمال کیا جائے۔

یاد رکھئے! مترجم جس قدر عربی زبان پر قادر ہوگا اور جس قدر ترجمہ والی زبان پر دسترس رکھتا ہوگا، اسی قدر ترجمانی میں کامیاب رہے گا، دلچسپ بات یہ ہے کے قرآن کریم کہ مختلف زبانوں میں ہزاروں تراجم کئے جاچکے ہیں اور تمام مترجمین عجمی ہیں شاذ و نادر ہی کسی عرب نے غیر عربی میں کوئی ترجمہ کیا ہے؟ جس کا سبب یہ نکتہ نظر ہے کہ ترجمہ اصل کا قائم مقام نہیں ہو سکتا، غالباً یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام حنبلؒ اور اصح قول کے مطابق امام ابو حنیفہؒ بھی نماز میں قرآن کریم کے ترجمہ کی تلاوت کو ناجائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ ترجمہ قرآن کریم نہیں ہے اور حکم الٰہی "فَاقْرَؤُا ما تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ"[6] کی تعمیل نہیں پائی جاتی ہے۔

میں یہاں بار بار ترجمہ کا لفظ محاورۃ استعمال کر رہا ہوں، یعنی فہم القرآن کے لئے جو مساعی پیش کی گئی ہیں انہیں ترجمہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور عموماً ان تراجم و تفاسیر کے ذریعہ ہی قرآنی احکام پر غور و خوض کیا جاتا ہے۔

---

[5]- یہ ایسا مسئلہ ہے جو صرف ہندوستان نہیں بلکہ ہر ملک میں زیر بحث آیا ہے، مصری و دیگر علماء نے اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر محمد احمد السنباطی نے اپنی کتاب "ترجمۃ المعانی القرآنیۃ (مطابع الدوحۃ الحدیثۃ) میں ص۵ تا ۵۸، ڈاکٹر عبد اللہ شحاتہ نے اپنی کتاب "ترجمۃ القرآن" (دارالاعتصام قاہرہ مصر) میں، ص۷ تا ۴۵ جامعۃ الازہر کے مجلہ 'نورالاسلام' نے جلد ثالث میں ڈاکٹر احمد مھنا نے دراسۃ حول ترجمۃ القرآن (مطبوعۃ دارالشعب قاہرۃ) وغیرہ میں یہی وجہ ہے، ترجمہ کا کام ہندوستان کے علماء کے لیے آزمائش کا سبب بنا، پہلے شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمہ پھر شاہ عبد القادر کے اردو ترجمہ کی مخالفت کی گئی، لیکن یہ مخالفتیں ریت کی دیوار ثابت ہوئیں۔

[6]- مزمل ۷۳:۲۰۔

قرآنی تراجم کے مقاصد

ترجمہ قرآن مختلف مقاصد کے پیش نظر کیا گیا ہے۔

1) فہم و تبلیغ کے ارادہ سے: اکثر تراجم قرآن کریم کو سمجھنے اور اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی نیت سے کئے گئے ہیں۔ اس میں بھی دو طبقے ہیں ایک وہ لوگ ہیں جو علمی و فکری اعتبار سے اس کے اہل تھے، دوسرے وہ لوگ ہیں جو اہل نہیں تھے، انہوں نے ترجمہ میں غلطیاں کیں، میرے حسن ظن کے مطابق انہیں مخلص مخطئی کہا جاسکتا ہے۔

2) تجارتی نقطہ نظر سے شائع شدہ تراجم: اس میں متعدد تراجم ایسے ہیں جن کے مترجم نامعلوم ہیں، کسی کمپنی نے مالی منفعت کے پیش نظر کسی ایک فرد یا متعدد افراد کے ذریعہ ترجمہ کرالیا یا کسی ترجمہ میں من پسند تبدیلیاں یا تحریفات کراکے شائع کر دیا یا ترجمہ کسی مشہور شخصیت سے منسوب کر دیا۔[7] ایسے تراجم نظر ثانی کے محتاج ہیں۔

3) غیر مسلموں کے تراجم: ان میں سے بیشتر تراجم، ترجمہ کم تحریف زیادہ ہیں۔ جس کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا اور غیر مسلموں کو اسلام سے دور کرنا ہے یا اسلام کے دامن کو داغدار کرنا ہے۔ لہٰذا کسی ترجمہ کا جائزہ لینے سے قبل ان امور پر بھی غور کرنا چاہیے۔

قرآنی تراجم کا آغاز

قرآن کریم نے اپنے نزول کے ساتھ ہی عرب و عجم کو متاثر کرنا شروع کر دیا تھا، جہاں جہاں مسلمان پہنچے وہاں وہاں قرآن کریم پہنچا۔ اسی اہمیت کی بنا پر آج تک ہزاروں تراجم تفاسیر اور علوم القرآن کریم پر تصانیف لکھی گئی ہیں۔

لیکن ترجمہ و تفسیر سے صرف مدلولات کی شرح و ایضاح ہی مقصود نہیں رہی ورنہ پوری امت کے لیے ایک ترجمہ و تفسیر کافی تھا جو مختلف زبانوں میں منتقل ہوتا رہتا۔ بلکہ ہر دور میں عقل و فہم افکار و نظریات کے مناسب حال قرآن کریم کو سمجھنا مقصود رہا ہے۔ اور یاد رکھئے! ہر زمانہ کا کامیاب مقرر، مبلغ اور مفسر وہ ہے جو اپنے دور کے موافق لہجہ میں ہم کلام ہو۔

مفسر قرآن قاضی محمد زاہد الحسینی لکھتے ہیں:

> تفسیر قرآن کریم فرض علی الکفایہ ہے اور ہر دور کے علماء نے ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ اس فریضہ کو ادا کیا ہے۔ لیکن قرآن کریم کا پہلا ترجمہ کب ہوا؟ کس نے کیا؟ اس بارے

---

[7]۔ جیسے سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ کا ترجمہ شیخ سعدی شیرازی کے نام سے شائع کر دیا گیا، دیکھیے: محمد سالم قاسمی، **جائزہ تراجم قرآنی** (دیوبند: مجلس معارف القرآن، ۱۹۶۸ء)، ۱۳۔

میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔

- امام سرخسی کے مطابق حضرت سلمان فارسی صحابی رسول ﷺ کے بارے میں کہا جاتا ہے انہوں نے فارسی میں سورہ فاتحہ کا ترجمہ کیا۔[8]
- ایک سیاح کے مطابق سندھ کے ایک عالم نے ہندی میں سورہ یٰسین تک قرآن کریم کا ترجمہ کیا۔ جو کشمیر کے راجہ مہروک (م ۲۷۰ھ) کی خواہش پر کیا گیا۔[9]
- تیسری صدی ہجری میں بخارا میں فارسی زبان میں قرآن کریم کا مکمل ترجمہ کیا گیا، جو کہ ایران سے شایع ہو چکا ہے۔[10]
- ساتویں صدی ہجری میں علامہ نجم الدین ابو عمرو محمود زاھدی (م ۶۵۸ھ)
- نے فارسی زبان میں قرآن کا ترجمہ و تفسیر "تفسیر زاھدی" کے نام سے تحریر کیا ہے۔[11]
- آٹھویں صدی ہجری میں سید شریف علی الجرجانیؒ (م ۸۱۶ھ) نے فارسی میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا، اسی صدی میں نظام نیشاپوری یعنی حسن بن محمد علقمی جو ہندوستان کے شہر دولت آباد آ گئے تھے، انہوں نے فارسی میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا۔ یہ ہندوستان میں کیا جانے والا پہلا مکمل ترجمہ قرآن کریم ہے۔ یہ ترجمہ ان کی عربی تفسیر غرائب القرآن کے ساتھ تین جلدوں میں شایع ہو چکا ہے۔[12]
- دسویں صدی ہجری میں مخدوم نوح ھالائی (سندھ) نے فارسی میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا۔ یہ اسلام آباد سے شایع ہو چکا ہے۔
- بارہویں صدی ہجری میں شاہ ولی اللہ دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۰۲ء م ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ء) نے فارسی

---

[8] ۔ سرخسی، **المبسوط**، (مصر: ۱۹۰۴ء)، ۱:۳۷۔

[9] ۔ واضح رہے لفظ "ہندی" ہند میں بولی جانے والی تمام زبانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، یقیناً اس سے مراد کشمیری یا سندھی زبان ہے بحوالہ بزرگ ابن شہریار عجائب الہند مطبوعہ لائڈن، ص ۳، اسی مناسبت سے شاہ عبد القادرؒ نے اپنی اردو ترجمہ موضح قرآن کو ہندی ترجمہ لکھا ہے۔

[10] ۔ محمد سالم قاسمی، **جائزہ تراجم قرآنی**، (دیوبند: مجلس معارف القرآن)، ۱۹۶۸ء، ۱۲۔

[11] ۔ ایضاً۔

[12] ۔ ایضاً، ۱۳۔ ۱۴۔

میں فتح الرحمن کے نام سے ترجمہ و تفسیر لکھی۔

- ۱۲۰۵ھ میں شاہ عبد القادر نے اردو میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا، ان کے بعد شاہ رفیع الدین نے قرآن کریم کا اردو ترجمہ کیا۔

شیخ الہند محمود الحسنؒ کی خدمات

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (ولادت ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء متوفی ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء) نے دیگر علمی خدمات کے ساتھ قرآن کریم کے ترجمہ کا فریضہ انجام دیا، ۱۳۲۷ھ میں ابتداء کی اور ۱۳۳۸ھ میں مالٹا کی جیل میں قید کی حالت میں اس کی تکمیل کی۔

اس ترجمہ کی بنیاد شاہ عبد القادرؒ کا ترجمہ قرآن کریم تھا۔ شیخ الہند نے انتہائی متواضع انداز میں خود اپنے ترجمہ کی بنیاد واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''ہم نے شاہ (عبد القادرؒ) صاحب کے ترجمہ میں ترمیم و اضافہ کیا ہے۔ ترمیم دو امر میں کی ہے، لفظ متروک کو بدل دیا اور حسب ضرورت اجمال کو کھول دیا ہے۔''

شیخ الہندؒ کے ترجمہ قرآن مجید کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے وہ کسی اور ترجمہ کی قسمت میں نہیں آئی ہے۔

دنیا کی ہر اہم زبان میں قرآن کریم کے تراجم کیے گیے ہیں، لیکن سب سے زیادہ تراجم برصغیر (پاک وہند و بنگلہ دیش) میں کئے گئے ہیں۔

برصغیر میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں، لیکن سب سے زیادہ اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اردو دنیا کی واحد زبان ہے جس میں قرآن کریم کے سب سے زیادہ تراجم کیے گیے ہیں۔ یہ تراجم مختلف مکاتب فکر کے علماء نے کئے ہیں۔

میں نے ۱۹۹۴ء میں اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ ''علماء دیوبند کی قرآنی خدمات'' میں جو اعداد و شمار پیش کیے تھے ان کے مطابق علماء دیوبند نے دنیا کی ۲۱ زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے کئے ہیں۔ اور سب سے زیادہ تراجم جن کی تعداد ۳۰۵ ہے، علماء دیوبند نے کیے ہیں۔ اور اکثر دیوبندی تراجم قرآن کی بنیاد شیخ الہندؒ کا ترجمہ ''موضح الفرقان'' ہے۔ تفصیلی بحث سے پہلے شیخ الہندؒ مختصر کا تعارف ضروری سمجھتا ہوں۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ جیسی شخصیات کے بارے میں شاعر نے کہا ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے   بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

- **مولانا قاری طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے:**

''آپؒ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ اور قاسمی علوم کا جو فیضان آپ کے ذریعہ عالم میں پھیلا اس کی نظیر دیگر تلامذہ میں نہیں ملتی ہے۔''

دین کے ہر پہلو پر آپ کی چالیس سالہ خدمات نمایاں مقام رکھتی ہیں، خواہ وہ درس و تدریس ہو، یا وعظ و ارشاد، میدان سیاست ہو یا جزبہ جہاد۔[13] برصغیر کی آزادی کے لیے ریشمی رومال تحریک یا دیگر تحریکات ملی وغیرہ اور صفر ۱۳۳۵ھ میں اس جرم کی پاداش میں سعودی عرب سے گرفتاری اور قاہرہ کی جیل میں قید ہونا، پھر ربیع الثانی کو مالٹا میں تین سال تین ماہ قید کیا جانا[14] اور حالت قید میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنا اور تفسیر لکھنا جسے آج تفسیر عثمانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ آپ کی خدمات کے وہ عظیم حوالے ہیں جو قیامت تک آپ کو زندہ و جاوید رکھیں گے۔

شیخ الہندؒ کا ترجمہ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر ''تفسیر عثمانی'' کے نام سے سعودی عرب کے شاہ فہد کمپلیکس سے، متحدہ عرب امارات سے اور افغانستان سے سرکاری سطح پر لاکھوں کی تعداد میں شایع ہو چکی ہے۔ اس ترجمہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس ترجمہ کا ترجمہ انگریزی، فارسی (یا افغانی)، پشتو، براہوی، بلوچی، گجراتی، بنگالی، سندھی، برمی، وغیرہ میں کیا جا چکا ہے اور شایع بھی ہو گیا ہے۔ جس کی مختصر تفصیلات آگے اس مقالہ میں ملاحظہ کریں گے۔

خانوادہ ولی اللہ کا فروغ قرآن میں حصہ

شاہ ولی اللہ ابن شاہ عبدالرحیم ابن شیخ وجیہہ الدین رحمہم اللہ کے خاندان کا برصغیر میں فروغ قرآن و تراجم کے حوالہ سے خصوصی مقام ہے۔ شاہ صاحب کے والد گرامی درس قرآن دیا کرتے تھے۔[15] شاہ ولی اللہؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، پھر حصول علم کے لیے حجاز کا سفر کیا، ۱۱۴۵ھ میں واپس ہندوستان آکر پہلا کام یہ کیا کہ ۱۱۵۰ھ میں قرآن کریم کا اس زمانہ

---

[13]۔ بر گیڈیئر فیوض الرحمن، **مشاہیر** علماء (لاہور: فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی)، ۱:۵۶۵۔

[14]۔ شیخ الہند کی پیدائش **بریلی** میں ۱۲۶۸ھ میں ہوئی اور ۱۸۔ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں انتقال ہوا۔ شیخ الہند صفر ۱۳۳۵ھ کو شریف حسین مکہ کے حکم پر گرفتار ہوئے اور اس گرفتاری سے رہائی حامل کر کے ۲۰ رمضان ۱۳۳۸ھ کو ہندوستان پہنچے، جس کا مجموعی پیریڈ تین سال سات ماہ ہوتا ہے۔ لیکن مالٹا میں قید کا زمانہ تین سال تین ماہ ہے۔ (۱۳۳۵ھ ربیع الآخر کو مالٹا پہنچے اور جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ کو وہاں سے رہا کیے گیے)۔ (**مشاہیر علماء**، ۱:۵۶۷)۔

[15]۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی، **محاسن موضح قرآن** (کراچی: ایچ ایم سعید)، ۴۲۔۴۳۔

کی سرکاری زبان فارسی میں ترجمہ کیااور حواشی لکھے۔[16] شاہ ولی اللہؒ کے بعد ان کے تینوں صاحبزادوں نے اس قرآنی تحریک کو آگے بڑھایا۔

1) شاہ عبدالعزیزؒ نے (م ۱۲۳۹ھ) نے درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا اور تفسیر عزیزی کے نام سے نامکمل اردو ترجمہ و تفسیر لکھی۔

2) شاہ رفیع الدینؒ نے شاہ عبدالقادرؒ کے بامحاورہ ترجمہ کے بعد لفظی ترجمہ کیا، یہ ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۴۰ھ میں شایع ہوا۔ جو کہ دراصل موصوف نے اپنے شاگرد سید نجف علی کو درس دیا تھا اور شاگردنے قلمبند کرکے شاہ رفیع الدین سے اصلاح کروائی تھی، اسی طرح ۲۲۴ صفحات پر تفسیر رفیعی کے نام سے تفسیر ہے، جسے مذکورہ شاگردنے قلمبند کیا ہے۔[17]

3) شاہ عبدالقادرؒ (م ۱۲۳۰ھ) لکھتے ہیں والد نے آسان فارسی میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا، اب (۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۹۰ء) ہندی[18] زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کررہا ہوں تاکہ اہل ہند کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ شاہ صاحبؒ نے یہ ترجمہ موضح قرآن[19] کے نام سے کیا ہے۔ جو کہ آپ کی وفات کے بعد ۱۲۴۵ھ میں شایع ہوا ہے۔[20]

ترجمہ "موضح قرآن" شاہ عبدالقادر محدث دھلویؒ کا مختصر تعارف

قدیم و جدید قرآنی ترجموں میں شاہ عبدالقادرؒ کا ایک خاص مقام ہے۔ بلکہ یہ ترجمہ سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ کرنے (حواشیہ نمبر ۲۰ کا بقیہ) 3 نامکمل ترجمہ و تفسیر تفسیر حقانی شاہ حقانی مارہروی (۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ھ)، 4 مکمل ترجمہ توضیح مجید سید علی مجتھد (۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۹ء)، 5 نامکمل ترجمہ چراغ ابدی عزیز اللہ، 6 نامکمل تفسیر مرادیہ شاہ مراد

[16] ۔فارسی کا پہلا ترجمہ علامہ سرخسی کے مطابق حضرت سلمان فارسیؓ نے کیا، جو کہ سورۃ فاتحہ پر مشتمل تھا (**المبسوط**، ۱:۳۷)۔ برصغیر میں پہلا فارسی ترجمہ شہاب الدین نے بحر مواج کے نام سے کیا۔ ایک ترجمہ سید شریف علی جرجانی (م ۸۱۶ھ) نے کیا، لیکن اسے شیخ سعدی کی طرف منسوب کرکے شایع کیا گیا ہے جو کہ بالکل غلط ہے۔

[17] ۔ قاسمی، موضح قرآن، ۵۸۔

[18] ۔اس زمانہ میں اردو کے لیے بھی ہندی کا لفظ استعمال ہوتا تھا، بلکہ ہندوستان میں بولی جانے والی ہر زبان کو ہندی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

[19] ۔مولانا ولی رازی صاحب نے اسے جگہ جگہ موضح القرآن لکھا ہے جو کہ غلط ہے۔

[20] ۔ شاہ صاحب سے پہلے اور خود ان کے زمانہ میں قرآن کریم کے متعدد اردو تراجم ہوئے، وہ یا تو شایع نہ ہو سکے یا انہیں عوامی مقبولیت حاصل نہیں ہو سکی، مثلاً 1: ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی تحقیق کے مطابق پہلا ترجمہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور کے مطابق ۱۷۳۷ء مطابق ۱۱۵۰ھ میں اردو میں کیا گیا ہے۔ (تاریخ زبان و ادب اردو رھبر پبلشرز، اردو بازار کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۹۹۰، بحوالہ اردو مخطوطات مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۹۴۳ء)، یقیناً یہ ترجمہ و تفسیر دونوں ہے، مکمل و نامکمل و نامکمل کا ذکر نہیں ہے۔ 2: مکمل ترجمہ حکیم محمد شریف (م ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۷ء)۔

اللہ، 7 مکمل ترجمہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ، زیر سرپرستی ڈاکٹر جان گل یہ ۱۲۱۹ھ / ۱۸۰۴ء میں مکمل ہوا، شاہ صاحبؒ کے انتقال کے ۱۳ سال بعد کیا گیا ہے۔ (مترجم امانت اللہ، میر بہادر، مولوی فضل علی حافظ غوث علی اور کاظم علی تھے) "موضح قرآن" پہلی مرتبہ سید عبداللہ ابن سید بہادر علی نے دھلی کے مطبع احمدی میں طبع کروایا تھا۔ اس ایڈیشن پر تاریخ طبع ۲۷ جمادی الاولی ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۹ء لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد دوسرا ایڈیشن ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ یہ دو جلدوں پر مشتمل تھا۔ پہلی جلد سورئہ فاتحہ سے سورئہ کہف تک اور دوسری جلد سورئہ مریم سے سورئہ ناس تک ہے۔ موضح قرآن، کے ساتھ پہلی مرتبہ دھلی کے مطبع احمدی سے ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں طبع ہوا۔ اس کا پشتو ترجمہ از محمد فتح اللہ قندھاری نائب مفتی ریاست بھوپال ۱۲۷۸ء مطابق ۱۸۶۱ء بھوپال کے مطبع سکندری سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کے قلمی نسخے رضا لائبریری، رام پور اور ادارئہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ شاہ عبدالقادر کے ترجمہ اور تفسیر "موضح قرآن" کے متعدد ایڈیشن برصغیر ہندوپاک سے شائع ہو چکے ہیں۔ تاج کمپنی کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ لیکن اس کا صحیح ترین نسخہ مولانا اخلاق حسین قاسمی کا ہے۔ انہوں نے دوبارہ ایڈٹ کر کے ہندوستان سے شایع کروایا ہے۔

میں بڑی جرأت سے ایک نئی روش اختیار کی۔ اردو میں یہ بامحاورہ قرآنی ترجمہ ادب اردو کی شاہکار تصانیف میں سے ایک ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی اپنے مقدمہ ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں:

ترجمہ کی راہ ہندوستان میں اگر شاہ دھلویؒ اور ان کے خاندان والوں نے نہ کھول دی ہوتی تو آج خدا معلوم کتنی دشواریوں کا سامنا ہوتا۔[21]

مثال کے طور پر مختصر ترین جملہ پیش ہے: جاء احمد، ترجمہ لفظی ہوگا: آیا احمد، ترجمہ منطقی یا بامحاورہ ترجمہ ہوگا: احمد آیا، ملاحظہ ہو پہلا لفظ آخری ہو گیا اور آخری لفظ پہلا ہو گیا۔ جملہ جتنا طویل ہو اتنا ہی اس کی اردو ترتیب میں منطق و عقل سے کام لینا پڑتا ہے، ورنہ مفہوم سمجھنا نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔ شاہ عبدالقادرؒ نے اس امر کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور تحت اللفظ ترجمہ کی گرانی کو محسوس کیا۔ لہٰذا آپ نے بامحاورہ ترجمہ کی بنیاد ڈالی۔ قرآن حکیم کے بامحاورہ ترجمے کو بعض علماء بڑے شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے تھے، لیکن شاہ عبدالقادرؒ نے بڑی جرأت اور ہمت سے اس ذمہ داری کو بخوبی ادا کیا۔ آپ کا یہ بامحاورہ ترجمہ بہت ہی

[21]۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، **مقدمہ ترجمہ قرآن** (۱۹۵۲ء)۔

مستند، ثقہ اور صحیح ترجمہ ہے، لسانی اعتبار سے اس قدر عمدہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ دو سو سال قبل اتنا سادہ لیکن ادبی ترجمہ ظہور پذیر ہوا۔ ترجمہ کے لیے الفاظ کا انتخاب ان کے تحریر کردہ لفظ سے بہتر نہیں ہو سکتا۔[22]

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ؒ بھی اور تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے شاہ عبد القادر کے ترجمہ قرآن کریم کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت شاہ صاحب ؒ ترتیب قرآنی کا بہت خیال رکھتے ہیں، اصل اور ترجمہ کی مطابقت میں بہت زیادہ سعی فرماتے ہیں، مگر چونکہ با محاورہ ترجمہ کا التزام کیا ہے، اس لیے بضرورت توضیح و تسہیل بعض مواقع میں تقدیم و تاخیر لازمی ہے، مگر جیسا کہ آٹے میں نمک، یہ نہیں کہ آخر کا ترجمہ اوّل اور اوّل کا آخر ہو جائے، الغرض فصل بعید سے احتراز رکھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ، کسی خاص ضرورت کے وقت میں دو تین کلموں کا فصل ہو جائے اور وہ بھی نادر کالمعدوم، دیکھئے عربی زبان میں مضاف کو مقدم ذکر کرتے ہیں اور اردو کا قاعدہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کو مقدم کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کے ترجمہ میں اس قسم کی مثالیں کثرت سے ملیں گی، مثلاً: عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ، کا ترجمہ با محاورہ کریں گے تو ان کے دل پر اور ان کے کان پر اور ان کی آنکھوں پر کیا جائے گا اور ترجمہ تحت لفظی میں، اوپر دلوں ان کے اوراوپر کانوں ان کے اوراوپر آنکھوں ان کے، کہنا پڑے گا، مگر سب جانتے ہیں کہ ایسے اختلاف جتنے بھی ہوں ان میں کوئی حرج نہیں، بلکہ ضروری ہیں۔ حضرت شاہ صاحب ؒ اس خفیف قابل قبول تغیر کو بھی چھوڑ کر اعلی ترتیب کو قائم رکھتے ہیں، اور ایسا ترجمہ کرتے ہیں جو ترتیب قرآنی کی پابندی کے ساتھ محاورہ کے بھی مخالف نہ ہونے پائے، اس کی مثالیں حروفِ مذکورہ کے متعلق جگہ جگہ موجود ہیں مثلاً الا علی الخاشعین، کا ترجمہ فرمایا ہے، "مگر انہی پر جن کے دل پگھلے ہیں"، یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں۔ دیکھ لیجئے لفظ "علی" کے ترجمہ کو مقدم رکھا، خاشعین، پر اور یہ محاورہ کے مخالف بھی نہیں ہے۔[23]

ترجمہ میں اختصار و سہولت اور الفاظ قرآنی کی لفظی اور معنوی موافقت صرف لغوی معنی پر بس نہیں، بلکہ معنی مرادی اور غرضِ اصلی کا ہر موقع میں بہت لحاظ رکھتے ہیں، اور ترجمہ میں کبھی ایسا لفظ لاتے ہیں جس کی وجہ سے اگر کسی قسم کا اجمال اور اشکال ہو تو زائل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں اور دوسری جگہ کچھ اور حالانکہ لغوی معنی اس لفظ کے ایک ہی ہیں، مگر ہر مقام کے مناسب جدا جدا عنوان سے بیان فرماتے ہیں، جس سے قرآن کریم کی غرض اور مراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی سہولت اور وضاحت کی رعایت سے کبھی مضمونِ ایجابی کو عنوانِ سلبی میں بیان کرتے

[22] ۔ ایضاً۔

[23] ۔ مقدمہ موضح الفرقان۔

ہیں اور اکثر مواقع میں نفی اور استثناء کا جدا جدا ترجمہ نہیں کرتے، بلکہ جو اس سے مقصود ہے اس کو مختصر لفظوں میں محاورہ کے موافق بیان کر جاتے ہیں۔ حال، تمیز، بدل وغیرہ حتی کے مفعولِ مطلق کی رعایت رکھتے میں اور خوبی یہ ہے کہ اردو کے محاورہ کے موافق الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق بوجوہ متعدد بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے، اور مطالب و مقاصد کی تسہیل اور توضیح میں پورے خوض اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔

مثلاً دیکھئے! بسم اللہ کا ترجمہ محاورہ کے مطابق کیا جس میں توضیح اور اختصار دونوں کی بقدر مناسب رعایت ہے۔ اس سے بہتر اور خوبصورت ترجمہ اردو میں سمجھ میں نہیں آتا، رحمان اور رحیم جو مبالغہ کے صیغے میں ان کے مبالغہ کو بھی ظاہر فرما دیا اور لطیف اشارہ سے دونوں کے فرق مراتب کی طرف بھی رہنمائی کر گئے۔ جتنے تراجم سابقہ ہیں ان میں مبالغہ سے تعرض نہیں فرمایا۔ (یعنی اس طرف توجہ نہیں دی گئی) اس کے بعد سورئہ فاتحہ میں بھی، رحمن اور رحیم کا ترجمہ ایسا ہی کیا گیا۔ یوم الدین کا ترجمہ جملہ حضرات نے "روز جزا" یا 'دن جزا کا" کیا ہے مگر حضرت شاہ صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ میں نے عوام کی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور عوام کے کلام میں جزا کا لفظ شایع اور مستعمل نہیں۔ دوسرے اہل لغت اور حضرات مفسرین نے "دین" کے معنی جزا اور حساب دونوں فرماتے ہیں، ان وجوہ سے غالباً حضرت ممدوح نے جزا کے بدلے "انصاف' کا لفظ اختیار فرمایا کہ عوام یہاں بھی شایع ہے اور اسی ایک لفظ میں جزا اور حساب دونوں آگئے، "اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" جملہ حضرات، "ھدایت" کا ترجمہ کبھی تو لفظ ھدایت سے کرتے ہیں، اس لیے کہ لفظ "ہدایت" فارسی اردو میں برابر مستعمل ہے اور کبھی اپنی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تو "ہدایت" کا ترجمہ "رستہ دکھانے" اور راہ نمائی کے ساتھ کرتے ہیں، مگر حضرت ممدوح علی العموم "ہدایت" کا ترجمہ اپنی ہی زبان میں فرماتے ہیں الا ماشاء اللہ، لیکن ہر موقع پر اس کا بھی لحاظ کرتے ہیں کہ "ہدایت" کے کون سے معنی کس موقع کے مناسب ہیں کیونکہ "ہدایت" کے لغتِ عرب میں دو معنی ہیں، ایک صرف راستہ دکھلا دینا، دوسرے مقصود تک پہنچا دینا، اوّل کو "اراء ت" دوسرے کو "ایصال" کہتے ہیں، اس لیے اوروں نے "اہدنا" کا ترجمہ "دکھا ہم کو" فرمایا ہے اور شاہ صاحب "چلا ہم کو" فرماتے ہیں جس سے "ایصال" کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرح "ھدی للمتقین" کا دیگر حضرات نے رہنما یا راہ دکھاتی ہے کیا ہے حضرت ممدوح نے "راہ بتلاتی ہے، فرمایا ہے۔ چونکہ "اھدنا" پر "ہدایت" حق تعالیٰ کی صفت ہے وہاں 'چلانے" کا لفظ لائے ہیں اور اس موقع میں "ہدایت" قرآن کی صفت ہے تو اس لیے "راہ بتانے" کا لفظ بیان فرمایا ورنہ دونوں جگہ مقصود ایصال کی طرف اشارہ کرنا معلوم ہوتا ہے۔

"متقین" میں تقویٰ کا ترجمہ سب حضرات مرحومین نے "پرہیز گاری" فرمایا ہے۔ جو تفاسیر کثیرہ کے موافق ہے، پھر حضرات مفسرین نے اس پر شبہ کیا کہ "ہدایت" کے محتاج گمراہ ہیں، نہ کہ متقی، اس لیے "ہدی للضالین" فرمانا چاہیے تھا، بعض حضرات نے متقین کے معنی "صائرین إلی التقوی" بیان کرکے کر جواب دیا، بعض نے دیگر جوابات دے کر شبہ کا قلع قمع کیا۔ حضرت شاہ صاحب کی طبع لطیف اور باریک بین نظر اس طرف گئی کہ تقویٰ کا ترجمہ 'ڈر" اور 'خوف' کے ساتھ کرنا چاہئے، جو 'تقویٰ' کے اصلی اور لغوی معنی ہیں اور 'متقین" سے وہ لوگ مراد لیے جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اس لیے "ہدی للمتقین" کا ظاہر اور معروف ترجمہ یعنی 'راہ دکھاتی ہے پرہیز گاروں کو' اس کو چھوڑ کر 'راہ بتلاتی ہے ڈر والوں کو، اختیار فرمایا جس سے شبہ مذکورہ ختم ہو گیا، مزید کسی جواب کی حاجت نہیں رہی۔[24]

موضح قرآن پر علماء کی آراء

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ خود ممتاز عالم، مجدد اور مترجم قرآن ہیں، لہٰذا ان کی مدلل اور جامع طریقے سے شاہ عبد القادرؒ کے ترجمے کی تعریف شاہ عبد القادرؒ کی عربی دانی، عرفان علوم قرآن، اردو زبان پر عبور اور ان کی بے پناہ علمیت اور فکری نزاکت کا ثبوت ہے۔ جیسا کہ آپ اوپر ملاحظہ کر چکے ہیں۔

مولانا سید سلیمان صاحب ندویؒ کا قول ہے:

> شاہ عبد القادر کے ترجمے اور حواشی کی خوبی کا اصلی اندازہ وہی لگا سکتا ہے، جس نے خود قرآن پاک کے سمجھنے کی تھوڑی کوشش کی ہو۔[25]

سر سید احمد خاں 'آثار الصنادید" میں شاہ صاحب کے ترجمے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

ان کا ترجمہ کلام اللہ کا، اردو لغات کے لیے ایک بڑی سند ہے۔[26]

علامہ انور شاہ کشمیریؒ اپنے شاگردوں کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ شاہ صاحب کا ترجمہ دیکھو اور بعض مسائل جو تفسیر سے حل نہیں ہوتے وہ اس ترجمے سے حل ہو جاتے ہیں۔[27]

---

[24]۔ ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم، **قرآن حکیم کے اردو تراجم** (کراچی: قدیمی کتب)، ۱۸۲۔۱۸۵۔

[25]۔ ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم، **قرآن حکیم کے اردو تراجم**، ۱۸۹۔

[26]۔ سر سید احمد خاں، **آثار الصنادید**، ۳۶۲۔

[27]- محمد فاروق خاں، **شاہ عبد القادر کی قرآن فہمی**، بحوالہ مقدمہ ترجمہ قرآن از مولانا احمد علی۔

ڈاکٹر مولوی عبد الحق، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر کے ترجموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شاہ عبد القادر کے ترجمے میں اس قدر پابندی نہیں کی گئی ہے، بلکہ وہ مفہوم کی صحت اور لفظ کے حسن کو برقرار رکھنے کے علاوہ اردو زبان کے روزمرہ اور محاورہ کا بھی خیال رکھتے ہیں، دوسری خوبی ان کے ترجمے میں ایجاز کی ہے، یعنی وہ ہمیشہ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو کم سے کم الفاظ میں مفہوم صحت کے ساتھ ادا ہو جائے، شاہ عبد القادر کا ترجمہ دوسرے ترجموں کے مقابلے میں اس قدر بہتر اور افضل ہے کہ سمجھ میں نہیں، آتا کہ اس کے ہوتے ہوئے، چند سال بعد دوسرے ترجموں کی ضرورت کیوں سمجھی گئی۔[28]

ترجمہ شیخ الہند موضح الفرقان کا مختصر تعارف

مولوی مجید حسن مالک مدینہ پریس بجنور ناشر تفسیر و ترجمہ نے قرآن کریم کے شروع میں تحریر کیا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ربیع الاول ۱۳۲۷ھ میں ترجمہ کا آغاز فرمایا۔ سوا تین سال میں صرف دس پاروں کا ترجمہ ۲۵ جمادی الاخریٰ کو سورۃ توبہ تک پہنچا، پھر اتفاقات زمانہ سے حضرت مالٹا میں ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو اسیر کر دیئے گئے۔ (اس سفر میں مذکورہ نامکمل ترجمہ اور موضح فرقان ساتھ رکھا تھا) شوال ۱۳۳۵ھ سے قید میں دوبارہ کا کام شروع ہوا اور ۲ شوال ۱۳۳۶ھ کو ختم ہوا۔ جیسا کہ ترجمہ کے خاتمہ پر تاریخ سے معلوم ہوتا ہے ترجمہ سے فراغت کے بعد حواشی تحریر کرنا شروع کئے اور سورئہ (فاتحہ) بقرہ (تا) سورہ نساء کے فوائد لکھے۔ (سورہ آل عمران کے فوائد ورثاء سے کھو گئے تھے یہ علامہ عثمانیؒ نے دوبارہ لکھا ہے) بعد ازاں ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ کو مالٹا سے رہائی ملی پھر ہندوستان روانہ ہوئے، جہاں پہنچ کر ۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۸ھ میں انتقال ہو گیا اور فوائد تفسیری نامکمل رہ گئے"۔ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۲۳ء کو مولوی مجید حسن نے یہ ترجمہ مولانا کے ورثاء سے حاصل کیا۔ چنانچہ ترجمہ اور تفسیر تا سورئہ نساء کا پہلا ایڈیشن مع بقیہ فوائد موضح القرآن از شاہ عبد القادرؒ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں شائع کیا گیا۔ علامہ عثمانیؒ سے نامکمل حواشی لکھنے کی درخواست کی گئی جسے آپ نے قبول کر لیا۔

مولانا عثمانیؒ نے ۱۳۵۰ھ میں قرآن کریم کی تفسیر ختم کی اور آپ کی تفسیر کا مولوی مجید حسن بجنوری نے ۱۳۵۵ھ میں پانچ سال کے بعد پہلا ایڈیشن شائع کیا جیسا کہ ۱۳۶۹ھ کے ایڈیشن کی ابتدائی اوراق میں تقاریظ علماء سے پہلے مجید حسن لکھتے ہیں۔

[28]۔ ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم، **قرآن حکیم کے اردو تراجم**، ۱۸۹۔

قرآن مجید کا جو ایڈیشن ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں حضرت شیخ الہند کے ترجمہ اور سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کے حواشی کے علاوہ باقی ۲۶ پاروں کے حواشی سلطان المفسرین مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے زور قلم کا نتیجہ تھے۔[29]

ترجمہ شیخ الہند موضح الفرقان کی خصوصیات:

شیخ الہند جب مالٹا کی جیل سے واپس آئے تو تین اہم تبدیلیوں کے ساتھ واپس ہوئے۔

1) قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور تفسیر لکھنی شروع کی، جو ہر قسم کی فرقہ واریت سے منزہ تھی۔

2) جمعیت علماء ہند کے سیاسی پلیٹ فارم پر تمام مکاتب فکر کو جمع کیا۔

3) جامعہ ملیہ کا افتتاح کر کے قدیم و جدید علوم کے حاملین کے درمیان انگریز کی پیدا کردہ دیوار برلن کو زمین دوز کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا، ان تینوں تبدیلیوں سے ایک تبدیلی مطلوب تھی۔

برصغیر کی آزادی

یہ بازگشت ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی تھی یہ بازگشت سید احمد شہیدؒ کی جہاد کی تھی یہ بازگشت اکابرین دیوبند کی امنگوں کی تھی۔ شیخ الہندؒ نے فرمایا میں نے مالٹا کی قید تنہائیوں میں بہت غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مسلمان آپس کے اختلافات اور کتاب الٰہی سے دوری کے سبب برباد ہو رہے ہیں۔[30]

ترجمہ کی خصوصیات:

شیخ الہند نے مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات سے قریب کرنے کے لیے ترجمہ و تفسیر قرآن کریم کو ذریعہ بنایا، اس ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ عمدہ اور مفید ترجمہ جو اہل علم اور عوام دونوں کو مفید ہے ایک تھوڑے سے بہانے سے نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے اور ہم اس کے فیض سے محروم نہ ہو جائیں، اس لیے ہم نے شاہ صاحب کے ترجمہ میں ترمیم واضافہ کیا ہے۔

شیخ الہندؒ ترمیم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں میں نے ترمیم صرف دو امر میں کی ہے۔ اوّل لفظ متروک کو بدل دینا اور کہیں کہیں حسب ضرورت اجمال کو کھول دینا ہے۔[31]

---

[29]۔ مولانا انوار الحسن شیر کوٹی، **تجلیات** (عثمانی مطبوعہ ادارہ تالیفات)، ۹۰۔۹۳۔

[30]۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی، **محاسن موضح قرآن**، ۴۹، بحوالہ مقالات مفتی محمد شفیع، ۶،۷۔

[31]۔ ثناء الہدیٰ، **فضلائے دارالعلوم اور ان کی قرآنی خدمات** (مطبوعہ نیشنل پریس دیوبند)، ۱۴۔۱۵۔

یعنی تیسیر و تسہیل کو پیش نظر رکھا ہے۔

شیخ الہند کی جانب سے ترمیم کا لفظ دراصل تواضع کا اظہار کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس ترمیم کے بعد یہ بالکل نیا ترجمہ بن گیا ہے۔ شاہ عبد القادر نے اپنے ترجمہ میں ہندی اور سنسکرت کے خاص خاص الفاظ استعمال کئے تھے، تا کہ قرآن کا صحیح مفہوم متعین ہو سکے اور یقیناً یہ الفاظ اس زمانہ میں مستعمل ہوں گے،[32] جو کہ بعد کی اردو میں غیر مستعمل ہو گئے، شیخ الہند کی ترمیم کے بعد اس میں نئی زندگی آگئی اور ترجمہ کی زبان جو غیر مستعمل ہو گئی تھی، مستعمل و مروجہ بن گئی، اہل علم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں یہ ترمیم نیا ترجمہ کرنے سے زیادہ مشکل کام ہے، آئے اب اس ترجمہ کی چند اہم خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں۔

1) ترجمہ سلیس اور بامحاورہ ہے۔

2) ترجمہ میں روانی ہے، یعنی خلل لفظی و معنوی سے پاک ہے۔

3) ترجمہ میں ایسے الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے جو بکثرت مستعمل و مشہور ہیں۔

4) ترجمہ کو بامحاورہ بنانے کے لیے آزاد خیالی کی روش کو نہیں اپنایا گیا ہے۔

5) ترجمہ لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی۔

6) ترجمہ میں محاورہ کو ترجمہ کے تابع رکھا ہے۔ ترجمہ کو محاورہ کے تابع نہیں کیا ہے، یعنی ادبی افراط و تفریط سے محفوظ ہے۔

7) ترجمہ کرتے ہوئے عربی و اردو دونوں گرامر کا لحاظ رکھا ہے۔

ترجمہ پر اہل علم کی آراء:

مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمایا ترجمہ کی نسبت میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کے طول و عرض میں قرآن کریم کے جو تراجم موجود ہیں، شاید ہی کوئی ہو گا جو نہایت صحیح اور مستند ہونے کے باوجود اس قدر موجز، پر مغز، شگفتہ اور نظم قرآن کریم کی پوری رعایت کرنے والا ہو۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا جناب کے مرسلہ پارۂ اوّل مترجم بترجمۂ شیخ الہند کو دیکھ کر بااختیار جناب کی عالی ہمتی اور جانفشانی پر داد دینے کو جی چاہتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ خط نسخ (عربی خط) اور خط نستعلیق (اردو خط) دونوں میں جو حسن و صفائی

[32] ۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی، **محاسن موضح قرآن**، ۷۸۔

موجود ہے، وہ اپنی نظیر نہیں رکھتی، پھر اس کے ساتھ ساتھ صحت الفاظ حسن طبع پائیداری وخوبصورتی اوراق طرز تزئین وغیرہ کو بھی نہایت اعلیٰ پیمانہ پر پاتا ہوں۔

خواجہ عبدالحیؒ شیخ التفسیر جامعہ ملیہ دھلی فرماتے ہیں حضرت مولانا الامام شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ترجمہ کا پہلا پارہ میرے زیر نظر ہے اور یہ یقیناً تمام نقائص سے پاک ہے۔ سلیس اور بامحاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ تحت اللفظ بھی ہے اور اس لیے ہر شخص اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ حواشی نہایت معنی خیز اور بصیرت افروز ہیں۔ ان کے پڑھنے سے نہ صرف ربط آیات پر روشنی پڑتی ہے بلکہ نہایت ہی مشکل اور عسیر الفہم مطالب آسانی اور سہولت سے سمجھ میں آجاتے ہیں، لطیف ودل آویز طریقہ سے بعض جگہ اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے جو کہ فوراً ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ لکھتے ہیں: شیخ الہند مغفور کی نکتہ وری کی داد دل سے بے اختیار نکلی خدا کے کلام کا بالکل صحیح و مکمل ترجمہ کسی بندہ کا کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے الفاظ کو جب کبھی انسان اپنی عبارت میں ادا کرے گا تو معنی و مفہوم کے کچھ نہ کچھ پہلو نظر انداز ہو جائیں گے، تمام معانی و مطالب کی جامعیت محض قرآن کریم ہی کا اعجاز ہے اور اس اعتبار سے ہر شرح ہر تفسیر ہر ترجمہ کا ناقص رہ جانا ناگزیر ہے۔ تاہم خدائے کریم اپنے فضل و کرم سے اپنے بعض بندوں کا شرح صدر فہم قرآنی کے لیے کر دیتا ہے اور ان کے قلوب میں ایک ایسا ملکہ راسخ پیدا کر دیتا ہے جس سے معانی و مطالب قرآنی کی بہت ہی گہرائیوں تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنے ہم جنسوں کو قرآن فہمی میں بہت کچھ مدد دے سکتے ہیں۔ شیخ الہند کا مقام بھی انہی بندگان حق میں تھا۔ پس ان کا ترجمہ قدرتاً اس معیار پر پورا اترتا ہے، فارسی اور اردو میں بعض اچھے تراجم پہلے سے بھی موجود تھے، یہ جدید ترجمہ ان کی بہت سے خوبیوں کا جامع ہے اور بعض حیثیات سے ان پر اضافہ کا حکم رکھتا ہے۔ خدائے قدوس امت اسلامیہ کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ الہند کے ترجمہ موضح الفرقان کی مقبولیت

شیخ الہندؒ کا ترجمہ موضح الفرقان مختلف مطابع سے مختلف تراجم و تفاسیر کے ساتھ بے شمار مرتبہ شایع ہو چکا ہے۔ جس کی تفصیل ورلڈ ببلیو گرافی اور ڈاکٹر احمد خان نے اپنی کتاب میں تفصیل سے بیان کی ہے۔ جس کا احاطہ مقصود نہیں، فقط ترجمہ کی مقبولیت سے آگاہ کرنے کے لیے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔[33]

[33] ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: احسان اوغلی، **ورلڈ ببلیو گرافی**، مطبوعہ ترکی، ۶۳۲؛ ڈاکٹر احمد خان، **قرآن کریم کے اردو تراجم**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۴۶؛ مولانا سالم قاسمی، **جائزہ تراجم قرآنی**، ۵۱، ۱۰۷، ۱۵۱ وغیرہ۔

اس کا جدید ترین اردو ایڈیشن دارالاشاعت کراچی سے دو جلدوں میں شایع ہوا ہے۔ اسے تفسیری انداز میں مولانا ولی رازی صاحب کے تحریر کردہ چار ہزار عنوانات کے ساتھ دو جلدوں میں شایع کیا گیا ہے۔ ہر جلد ۸۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ۳۔ اکتوبر ۱۹۷۹ء میں مکمل شایع ہوئی ہے۔ لیکن اس سے قبل ایک اور کوشش مولانا اشفاق احمد مرحوم کر چکے تھے جو کہ اس فہرست کی بنیاد بنی ہے، یہ فہرست مکتبہ مطلوب العباس مارکیٹ نارتھ کراچی سے ۲۲ ستمبر ۱۹۷۸ء میں شایع ہو چکی تھی، اور مکتبہ تھانوی اردو بازار سمیت تمام اہم مکاتب دستیاب تھی۔

البتہ اس فہرست میں تفہیم القرآن کی خامیوں کو بھی جگہ جگہ پیش کیا گیا تھا۔ جو کہ بذاتہ درست تھے، لیکن تفسیر عثمانی کے مزاج کے مطابق نہیں تھے۔ ایچ ایم سعید کمپنی بھی نئی کمپوزنگ اور مولانا اشفاق کی فہرست کے ساتھ اسے شایع کرنے کا اعلان کر چکی تھی، اور مسجد قاسم کے پیش امام (پشاور) دوبارہ ایک نئی فہرست مرتب کر رہے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا ولی رازی صاحب نے اپنی فہرست مرتب کرتے ہوئے اس فہرست کا کہیں اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا ہے۔

اور یہ ترجمہ سرکاری سطح پر پہلی مرتبہ سعودی حکومت کی جانب سے شاہ فہد قرآن کمپلیکس اور رابطہ عالم اسلامی کے تعاون سے شایع کیا گیا ہے۔ اس میں ترجمہ بین السطور شیخ الہند محمود الحسنؒ کا بالکل صاف اور واضح لکھا ہوا ہے اور حواشی پر تفسیر سورہ آل عمران ومائدہ سے تا اختتام قرآن کریم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی بہت عمدہ گرین بائبل پیپر طباعت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

لاکھوں کی تعداد میں اس نسخہ کو چھپوا کر مفت برصغیر میں تقسیم کیا گیا ہے۔ محسوس ہوتا ہے یہ تاج کمپنی کے مطبوعہ قرآن کریم کا عکس ہے، یا جرمنی سے دارالتصنیف والے جو چھپواتے ہیں اس کا عکس ہے۔ اس کے علاوہ بہت عمدہ، خوبصورت و مضبوط بائنڈنگ ہے۔

ترجمہ و تفسیر ۸۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ آخر میں رموز واقاف اور تفسیر کا مقدمہ ہے، جس میں شیخ الہندؒ نے شاہ عبدلقادرؒ کے ترجمہ کی تحسین اور ڈپٹی نذیر احمدؒ کے ترجمہ پر تنقید کرنے کے علاوہ نیا ترجمہ کرنے کی وجوہات بیان کی ہیں۔

اسی نسخہ کا عکس لے کر دبئی سے بھی یہ ترجمہ و تفسیر کئی لاکھ کی تعداد میں شایع کر کے مفت تقسیم کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس کی طباعت و مٹیریل سعودی عرب کے نسخہ سے بھی زیادہ شاندار ہے۔ البتہ مطبع یا ناشر کا نام نہیں ہے۔

اسی ترجمہ و تفسیر کی مقبولیت کے سبب کچھ حاسدین بھی پیدا ہوئے، جنہوں نے سعودی حکومت کو گمراہ کیا اور اس پر چند علمی اعتراضات تحریر کئے، جس کا جواب پاکستان سے مولانا تقی عثمانی صاحب نے دیا اور ہندوستان سے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمن صاحب نے دیا ہے۔[34]

لیکن اس کے باوجود سعودی حکومت کی جانب سے اس کی اشاعت روک دی گئی، دلچسپ بات یہ ہے کہ جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا تعلق تفسیر میں علم کلام کے مسائل سے ہے، ترجمہ قرآن کریم پر ایک بھی اعتراض نہیں ہے، بلکہ ترجمہ کے لیے لکھا ہے:

الترجمة بصفة عامة أسلوبها جيد والتفسير على الهوامش يحتاج إلى دقة النظر والتعديل من قيل من له إلمام بالعقيده و تنقيح الروايات-[35]

پہلا سرکاری سطح پر ترجمہ افغانی فارسی / پشتو، میں کیا گیا۔[36] یہ خدمت (بادشاہ) ظاہر شاہ کے دور میں اس کے حکم سے کی گئی اور تفسیر کابلی کے نام سے خیابان ناصر خسرو کوچہ حاج نایب سے شائع ہوئی۔

اس میں ترجمہ قرآن شیخ الہند کا اور تفسیر علامہ عثمانی کی ہے۔ اب تک کم از کم چار مرتبہ مختلف اضافات کے ساتھ شایع ہو چکی ہے۔ طبع دوم ۱۳۳۶ھ میں طبع چہارم ۱۳۷۰ھ میں ہوئی۔

تفسیر کے آغاز میں آٹھ صفحات پر مشتمل فہرست مطالب کے عنوان سے فہرست مضامین ہے، پھر مقدمہ ہے جس میں نزول، اعجاز، جمع قرآن، مکی مدنی تفصیلات ۳۸ صفحات پر ہیں۔

تمام مطابع میں اس کی وضاحت نہیں ملتی ہے کہ مترجم علماء کون تھے، صرف یہ لکھا ہے:

تحت نظر ہیئتی از علماء جید

البتہ اس موضوع پر لکھی گئی کتب سے معلوم ہوتا ہے یہ افغانستان کے وہ جید علماء تھے جو اردو، عربی اور فارسی پشتوں زبانوں پر مکمل مہارت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمہ و تفسیر آج بھی افغانستان کی مقبول تفسیر ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۳۲۳ھ، میں ۱۱۴۴ صفحات، دوسری ۱۳۲۶ھ، میں ۱۲۳۰ صفحات، تیسری جلد ۱۳۲۷ھ، میں ۱۰۴۵ صفحات پر شایع کی گئی

---

[34] - یہ دنوں جوابات سہ ماہی الفاروق عربی، رجب شعبان۔ رمضان ۱۹۹۲ء کے صفحہ ۹ تا ۵۲ پر شایع ہو چکے ہیں۔

[35] - ایضاً، ۹۔

[36] - بعض نے اسے پشتو تفسیر لکھا ہے، بعض نے فارسی، لیکن مناسب ہو گا اسے افغانی لکھا جائے، اس لیے کہ افغانی میں پشتو اور فارسی کا اشتراک پایا جاتا ہے اور یہ افغانستان کی مستقل قومی زبان شمار کی جاتی ہے۔

ہے۔ ایک فارسی ترجمہ شیخ الہندؒ کے ترجمہ قرآن کا فارسی میں مولانا محمد قاسم باد پانے بھی کیا ہے۔ مگر یہ غیر مطبوعہ ہے، یہ دراصل معارف القرآن مفتی شفیعؒ کا ترجمہ قرآن ہے۔ اس کے علاوہ ایک ترجمہ شیخ الہندؒ کے ترجمہ کی مدد سے مولانا عبد الرحمن نے کیا ہے۔

- ازک ترجمہ شیخ الہندؒ کے ترجمہ سے اور تفسیر عثمانی سے کیا گیا ہے۔ مولانا فیض اللہ چترالی مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ ۷۰۴ صفحات پر یہ تفسیر فی الحقیقت تفسیر عثمانی کی تلخیص و ترجمہ ہے۔ جس میں ترجمہ شیخ الہندؒ کا اور تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی ہے۔ شاہ فہد قرآن کمپلیکس سے شایع ہوا ہے اور پوری دنیا میں مفت تقسیم کیا جارہا ہے۔

ترجمہ و تفسیر کا انداز کچھ اس طرح ہے، بین السطور ترجمہ ہے اور حواشی پر ابتدائی پاروں میں تفسیر عثمانی کی تلخیص ہے اور اختتامی پاروں میں مکمل تفسیر عثمانی کا ترجمہ ہے۔ البتہ کتابت بہت باریک ہے۔ جس کی وجہ سے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔ وسطی ایشیا کے مسلمانوں بطور خاص ازبکوں کے لیے ایک دیوبندی عالم کا گراں قدر عطیہ ہے۔

- حافظ اَمین الحق المحمودی نے التفسیر المحمودی کے نام سے شیخ الہندؒ کے ترجمہ اور تفسیر عثمانی کا بنگلہ میں ترجمہ کیا ہے۔ مکتبہ دینیۃ بکشور گنج اور مکتبہ مدینۃ پبلیکیشنز بنگلہ دیش ڈھاکہ سے شایع ہوئی ہے۔[37] اس کے علاوہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر کا مکمل ترجمہ مولانا محی الدین کا بنگلہ زبان میں شایع ہوچکا ہے۔ معارف القرآن میں ترجمہ شیخ الہند من و عن شامل ہے۔ عین ممکن ہے بنگلہ میں تفسیر کے ساتھ ترجمہ شیخ الہند بھی بنگلہ میں کیا گیا ہو۔
- تفسیر عثمانی کا بلوچی ترجمہ و تفسیر مترجم قاضی عبد الصمد سربازیؒ[38] اور مولانا خیر محمد ندویؒ ہیں، قاضی صاحب نے ابتدائی بارہ پاروں کا ترجمہ کیا اور پہلے پارہ کی تفسیر لکھی اسکی تکمیل مولانا خیر محمد ندوی مرحوم نے کی۔[39]

---

[37]۔ سوانح امین الحق المحمودی (بنگلہ دیش: مکتبہ دینیۃ)، ۶؛ مولانا امین الحق نے ابتدائی تعلیم بنگلہ دیش، اعلیٰ تعلیم دیوبند سے ۱۳۶۶ھ میں حاصل کی، مولانا حسین احمد مدنی کے خلیفہ تھے، متعدد کتب کے مصنف ہیں۔

[38]۔ بلوچستان میں بلوچی میں پہلا ترجمہ میاں حضور بخش نے ۱۳۲۶ھ میں کیا۔ ۱۳۲۹ھ میں شایع ہوا۔ یہ خاص مری قبیلہ کی بلوچی میں تھا، مختصر حواشی بھی ہے۔ قاضی صاحب قلات کے قاضی تھے، مدرسہ امینیہ مفتی کفایت اللہ دیوبندی کے مدرسہ سے ۲۷-۱۹۲۶ھ میں فارغ ہوئے۔ والی قلات کی فرمائش پر یہ ترجمہ کیا۔ مگر تکمیل سے قبل وفات پاگئے۔

[39]۔ مولانا خیر محمد ۱۹۰۹ء میں کراچی میں پیدا ہوئے، کھڈہ مدرسہ سے فراغت حاصل کی، پھر دارالعلوم ندوہ سے فراغت حاصل کی، ۱۹۳۴ء میں ینگ بلوچستان اخبار نکالا، ۱۹۷۸ء میں ماہنامہ سوغات نکالا، لیاری میں اسکول و کالج قائم کیا۔

مولانا خیر محمد ندوی نے مجھے بتایا تھا کہ اس میں شیخ الہندؒ کے ترجمہ کو سامنے رکھ کر بلوچی ترجمہ کیا گیا ہے۔ فقط بعض مقامات پر وضاحت کے لیے زیادتی کی ہے۔ یہ ترجمہ لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی۔ یہ ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۹۸۶ء مطابق ۱۴۰۶ھ میں اسحاقیہ پریس کراچی سے شایع ہوا ہے۔ پہلی جلد ۳۰۸ صفحات پر ہے، دوسری جلد ۱۹۸۷ء میں ۹۳۲ صفحات پر شایع ہوئی ہے۔

- سندھی ترجمہ شیخ الہند و تفسیر عثمانی یہ ترجمہ مولانا محمد رمضان مہری نے کیا ہے۔ ایک ہزار صفحات پر سندھ نیشنل اکیڈمی لطیف آباد سے شایع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا ابو محمد عبد اللہ اندھڑ نے بھی تفسیر عثمانی کا سندھی میں ترجمہ کیا تھا۔ جو غالباً شایع ہو چکا ہے۔[40]
- پشتو میں بھی ترجمہ شیخ الہند و تفسیر عثمانی کا ترجمہ ہوا ہے۔ یہ غالباً مولانا محمد ادریس طورویؒ نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ایک پشتو ترجمہ کا ذکر ملتا ہے۔[41]
- ترجمہ و تفسیر عثمانی کا انگریزی ترجمہ مترجم بیگم مولانا عزیز گلؒ یہ ترجمہ شیخ الہند کے اردو ترجمہ کا ہے اور ایک مرتبہ شایع بھی ہو چکا ہے۔ اس پر تفسیر عثمانی کا ترجمہ ہے یا نہیں علم نہیں ہو سکا۔

اس کا دوسرا انگریزی ترجمہ مولانا اشفاق احمدؒ نے دی نوبل قرآن کے نام سے کیا ہے۔ اس میں شیخ الہندؒ کے اردو ترجمہ کا انگلش ترجمہ کیا گیا ہے اور تفسیر عثمانی کا مکمل ترجمہ شامل ہے۔ دو جلدوں میں یہ تفسیر شایع ہو چکی ہے۔[42]

- تفسیر عثمانی کا گجراتی میں دو جلدوں میں ترجمہ ہو کر شایع ہو چکا ہے۔[43]
- یہ ترجمہ مولانا عبد الرحیم صادقؒ نے کیا ہے اس کے علاوہ ایک ترجمہ مولانا غلام رسول نے مولانا سلیم الدین شمسیؒ کے اردو ترجمہ کو سامنے رکھ کر جبکہ مولانا شمسیؒ نے شیخ الہندؒ اور حضرت تھانویؒ کے ترجمہ سے اپنا ترجمہ تیار کیا ہے۔ گویا یہ بھی شیخ الہند کا ترجمہ ہے۔
- تفسیر عثمانی کا براہوی ترجمہ مولانا محمد یعقوب شرودی نے کشف القرآن کے نام سے کیا ہے۔[44]

---

[40]۔ ماہوار بیداری، حیدر آباد، نومبر ۱۹۹۸ء، ۸۴۔

[41]۔ **سیارہ ڈائجسٹ**، ۲: ۱۹۱؛ **ورلڈ ببلیو گرافی**، ۳۳۶، روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء، مولانا سالم قاسمی، **تجلیات عثمانی**، ۹۳۔

[42]۔ سعودی حکومت نے اس ترجمہ پر پابندی لگادی تھی، اور غالباً اس کا سبب تفسیر اور اس کے مقدمہ میں تفہیم القرآن پر تنقید ہے۔

[43]۔ **سیارہ ڈائجسٹ**، ۲: ۴۳۹۔

[44]۔ بلوچی کی طرح بلوچستان میں براہوی بھی بولی جاتی ہے۔

- مولانا محمد انوار الحسن شیر کوٹیؒ کے مطابق مولانا محمد یحییٰ راوی ہیں، ایک مدراسی عالم تفسیر عثمانی کا مدراسی میں ترجمہ کر رہے ہیں۔[45]
- علماء دیوبند کا شاید ہی کوئی ترجمہ قرآن ہو جو شیخ الہند کے ترجمہ کو نظر انداز کر کے لکھا گیا ہو، ہر مترجم نے تفسیر کے آغاز میں جن تراجم سے مدد لینے کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں ترجمہ شیخ الہندؒ شامل ہیں، مثلاً مولانا محمد احمدؒ نے درس قرآن ۱۲ جلدوں میں مرتب کیا ہے اور لکھا ہے کہ ترجمہ قرآن کریم شیخ الہندؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے تراجم سے تیار کیا گیا ہے۔ یعنی تسہیل و تیسیر کا جو مقصد شیخ الہندؒ کے پیش نظر تھا اس مشن کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ یہ تمام جلدیں ناظم آباد سے مسلسل شایع ہو رہی ہیں۔ اسی طرح مولانا سلیم الدین شمسیؒ نے مرج البحرین کے نام سے ترجمہ قرآن تحریر کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیخ الہندؒ اور مولانا تھانویؒ کے ترجموں کو ملا کر نیا ترجمہ کیا ہے، جو کہ مکتبہ رومی کراچی سے شایع ہو چکا ہے۔ اسی طرح ترجمہ شیخ الہندؒ کو پیش نظر رکھ کر مجید الدین احمد اثر زبیری لکھنوی نے سحر البیان کے نام سے دو جلدوں میں منظوم ترجمہ قرآن کریم کیا ہے جو کہ الحجاز بلڈنگ کراچی سے شایع ہو چکا ہے۔ ایک اور منظوم ترجمہ شیخ الہندؒ کے ترجمہ کا احمد عقیل روبی نے کیا ہے یہ فقط تیسویں پارہ کا ترجمہ ہے، اور لاہور سے شایع ہو چکا ہے۔[46]

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ ؒ صاحب نے بھی شیخ الہندؒ کے ترجمہ کو پیش نظر رکھ کر پہلے دو پاروں پر کام کیا اور قرآنی محاورات تحریر فرمائے ہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں شیخ الہندؒ کا ترجمہ من و عن شامل کیا ہے۔ تفسیر عثمانی مکمل صوتی ریکارڈنگ کی صورت میں بھی ہے اور مختلف سی ڈیز پر و موبائل پر اسکین شدہ بھی دستیاب ہے۔ اس ترجمہ و تفسیر کی مقبولیت اللہ تعالیٰ کی جانب سے حالانکہ اس ترجمہ و تفسیر کی نشر و اشاعت کی پشت پر نہ کبھی مذہبی تنظیم تھی نہ سیاسی اسے صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور ان علماء کا خلوص سمجھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے اسے فروغ دینے والوں کو دنیا و آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے۔

45۔ مولانا محمد انوار الحسن شیر کوٹی، **تجلیات عثمانی**، ۹۳۔

46۔ ماہنامہ **ترجمان القرآن**، لاہور، مارچ، ۱۹۹۲ء